بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم ۔ نحمدہ' ونصلی علی رسولہِ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مجدد صدی، امام الزمان کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خصوصی قوّتیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ضرورۃ الامام میں حسب ذیل تحریر فرمایا ہے کہ

''میں دیکھتا ہوں کہ اماموں میں بنی نوع کے فائدہ اور فیض رسانی کے لئے مندرجہ قوتوں کا ہونا ضروری ہے''۔

اوّل۔ **قوتِ اخلاق**۔ چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسلئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ اُنکے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاقِ رزیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہوسکے۔ اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں مُنہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔ وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہوسکتا۔ لہذا اسپر آیت اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1] کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے۔

دوم۔ **قوتِ امامت** ہے جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا ہے۔ یعنی نیک باتوں

[1] طٰہٰ: ۵۱ [2] القلم: ۵

اور نیک اعمال اور تمام الٰہی معارف اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق یعنی رُوح اسکی کسی
نقصان کو پسند نہ کرے اور کسی حالت ناقصہ پر راضی نہ ہو۔ اور اس بات سے اُسکو درد پہنچے اور دُکھ
میں پڑے کہ وہ ترقّی سے روکا جاوے۔ یہ ایک فطرتی قوّت ہے جو امام میں ہوتی ہے اور اگر بہ اتفاق
بھی پیش نہ آوے کہ لوگ اسکے علوم اور معارف کی پیروی کریں اور اُسکے نور کے پیچھے چلیں تب بھی
وہ بلحاظ اپنی فطرتی قوّت کے امام ہے۔ غرض یہ دقیقہ معرفت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ امامت
ایک قوّت ہے کہ اس شخص کے جوہر فطرت میں رکھی جاتی ہے جو اس کام کیلئے ارادہ الٰہی میں ہوتا ہے۔
اور اگر امامت کے لفظ کا ترجمہ کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ قوّت پیشروی۔ غرض یہ کوئی عارضی
منصب نہیں جو پیچھے سے لگ جاتا ہے۔ بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوّت اور سُننے کی قوّت اور سمجھنے کی قوّت ۹
ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ آگے بڑھنے اور الٰہی امور میں سب سے اوّل درجہ پر رہنے کی قوّت ہے۔ اور
انہی معنوں کی طرف امامت کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔

تیسری قوت بسطت فی العلم ہے جو امامت کیلئے ضروری اور اس کا خاصہ لازمی ہے۔ چونکہ امامت
کا مفہوم تمام حقائق اور معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے۔ اسی لئے
وہ اپنے تمام دوسرے قویٰ کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے اور رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا[1] کی دعا میں ہر دم
مشغول رہتا ہے۔ اور پہلے سے اسکے مدارک اور حواس ان اُمور کے لئے جوہر قابل ہوتے ہیں۔
اسی لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اسکو بسطت عنایت کیجاتی ہے اور اسکے زمانہ
میں کوئی دُوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت
میں اُسکے برابر ہو۔ اسکی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ اور اگر دینی حقائق
کے بیان میں کسی کی رائے اسکی رائے کے مخالف ہو تو حق اسکی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے
جاننے میں نور فراست اسکی مدد کرتا ہے۔ اور وہ نور ان چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو
نہیں دیا جاتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ[2]۔ پس جس طرح مُرغی انڈوں کو اپنے
پَروں کے نیچے لیکر انکو بچے بناتی ہے۔ اور پھر بچّوں کو پَروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر انکے اندر

[1] طٰہٰ: ۱۱۵ [2] الجمعہ: ۵

پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح یہ شخص اپنے علوم رُوحانیہ سے صحبت یابوں کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہے اور یقین اور معرفت میں بڑھاتا جاتا ہے مگر دُوسرے ملہموں اور زاہدوں کیلئے اس قسم کی بسطت علمی ضروری نہیں کیونکہ نوع انسان کی تربیت علمی اُنکے سُپرد نہیں کی جاتی۔ اور ایسے زاہدوں خواب بینوں میں اگر کچھ نقصان علم اور جہالت باقی ہے تو چنداں جائے اعتراض نہیں کیونکہ وہ کسی کشتی کے ملّاح نہیں ہیں۔ بلکہ خود ملّاح کے محتاج ہیں۔ ہاں انکو ان فضولیوں میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ ہم اس رُوحانی ملّاح کی کچھ حاجت نہیں رکھتے۔ ہم خود ایسے اور ایسے ہیں۔ اور ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ضرور انکو حاجت ہے جیساکہ عورت کو مرد کی حاجت ہے۔ خدا نے ہر ایک کو ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس جو شخص امامت کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اگر وہ ایسا دعویٰ زبان پر ص۱۰
لائیگا تو وہ لوگوں سے اسی طرح اپنی ہنسی کرائیگا جیساکہ ایک نادان ولی نے بادشاہ کے روبرو ہنسی کرائی تھی۔ اور قصہ یُوں ہے کہ کسی شہر میں ایک زاہد تھا جو نیک بخت اور متقی تھا۔ مگر علم سے بے بہرہ تھا۔ اور بادشاہ کو اسپر اعتقاد تھا اور وزیر بوجہ اسکی بے علمی کے اس کا معتقد نہیں تھا۔ ایک مرتبہ وزیر اور بادشاہ دونوں اسکے ملنے کیلئے گئے اور اُس نے محض فضولی کی راہ سے اسلامی تاریخ میں دخل دیکر بادشاہ کو کہا کہ اسکندر رومی بھی اس اُمّت میں بڑا بادشاہ گذرا ہے۔ تب وزیر کو نکتہ چینی کا موقعہ ملا اور فی الفور کہنے لگا کہ دیکھئے حضور فقیر صاحب کو علاوہ کمالات ولایت کے تاریخ دانی میں بھی بہت کچھ دخل ہے۔ سو امام الزمان کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابل پر اسقدر الہام کی ضرورت نہیں جسقدر علمی قوّت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنیوالے ہوتے ہیں۔ طبابت کے رُو سے بھی، ہیئت کے رُو سے بھی، طبعی کے رُو سے بھی، جغرافیہ کے رُو سے بھی اور کتب مسلمہ اسلام کے رُو سے بھی اور عقلی بنا پر بھی اور نقلی بنا پر بھی اور امام الزمان حامی بیضۂ اسلام کہلاتا ہے۔ اور اس باغ کا خدا تعالیٰ کی طرف سے باغبان ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور اسپر فرض ہوتا ہے کہ ہر ایک اعتراض کو دُور کرے اور ہر ایک معترض کا مُنہ بند کرے۔ اور صرف یہ نہیں بلکہ یہ بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ نہ صرف اعتراضات دُور کرے بلکہ اسلام کی خوبی اور خوبصورتی بھی دُنیا پر ظاہر کرے۔ پس

ایسا شخص نہایت قابل تعظیم اور کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ اُسکے وجود سے اسلام کی زندگی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اسلام کا فخر اور تمام بندوں پر خدا تعالیٰ کی حجت ہوتا ہے۔ اور کسی کیلئے جائز نہیں ہوتا کہ اس سے جُدائی اختیار کرے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور اذن سے اسلام کی عزت کا مربی اور تمام مسلمانوں کا ہمدرد اور کمالاتِ دینیہ پر دائرہ کی طرح محیط ہوتا ہے۔ ہر ایک اسلام اور کفر کی کشتی گاہ میں وُہی کام آتا ہے اور اسی کے انفاس طیبہ کفر کش ہوتے ہیں۔ وہ بطور کل کے اور باقی سب اُس کے جزو ہوتے ہیں ؎

او چو کل و تو چو جزئی نے کلی
تو ہلاک استی اگر از وے بگسلی

ص۱۱ **چوتھی قوت عزم** ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہے اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا اور نہ نا اُمید ہونا اور نہ ارادہ میں سُست ہو جانا۔ بسا اوقات نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں ایسے ابتلا پیش آجاتے ہیں کہ وہ بظاہر ایسے مصائب میں پھنس جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے اُنکو چھوڑ دیا ہے اور اُنکے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور بسا اوقات اُنکی وحی اور الہام میں فترت واقع ہو جاتی ہے کہ ایک مدت تک کچھ وحی نہیں ہوتی اور بسا اوقات ان کی بعض پیشگوئیاں ابتلا کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور عوام پر اُنکا صدق نہیں کھلتا اور بسا اوقات اُنکے مقصود کے حصول میں بہت کچھ توقف پڑ جاتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ دُنیا میں متروک اور مخذول اور ملعون اور مردود کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص جو اُنکو گالی دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ گویا مَیں بڑا ثواب کا کام کر رہا ہوں۔ اور ہر ایک اُن سے نفرت کرتا اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ سلام کا بھی جواب دے۔ لیکن ایسے وقتوں میں انکا عزم آزمایا جاتا ہے۔ وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بیدل نہیں ہوتے اور نہ اپنے کام میں سُست ہوتے ہیں یہاں تک کہ نصرت الٰہی کا وقت آجاتا ہے۔

پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہے۔ اور اقبال علی اللہ سے مُراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اُسوقت کہ جب سخت دشمن سے مقابلہ

آپڑے۔اور کسی نشان کا مطالبہ ہو۔اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو۔اور یا کسی کی ہمدردی واجبات سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف جُھکتے ہیں۔اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ اُنکے صدق اور اخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لا ینفک سے بھری ہوئی دُعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے۔اور انکی محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہوکر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے۔پھر جس طرح شدّت کی گرمی کی انتہا کے بعد برسات کی ابتدا میں آسمان پر بادل نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔اسی طرح اُنکے اقبال علی اللہ کی حرارت یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سخت
توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں اور الٰہی ارادے اور رنگ ۱۲
پکڑتے ہیں یہانتک کہ قضاء و قدر کی ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہو جاتی ہیں۔اور جس طرح تپ کا مادہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی پیدا ہوتا ہے۔اور پھر مسہل کی دوا بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہی اس مادہ کو باہر نکالتی ہے۔ایسا ہی مردانِ خدا کے اقبال علی اللہ کی تاثیر ہوتی ہے۔؎

آں دُعائے شیخ نے چوں ہر دُعاست
فانی است دوستِ او دستِ خداست

اور امام الزمان کا اقبال علی اللہ یعنے اسکی توجہ الی اللہ تمام اولیاء اللہ کی نسبت زیادہ تر تیز اور سریع الاثر ہوتی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت کا امام الزمان تھا اور بلعم اپنے وقت کا ولی تھا جسکو خدا تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ نصیب تھا۔اور نیز مستجاب الدعوات تھا۔لیکن جب موسیٰ علیہ السلام سے بلعم کا مقابلہ آپڑا۔تو وہ مقابلہ اس طرح بلعم کو ہلاک کر گیا کہ جس طرح ایک تیز تلوار ایک دم میں سر کو بدن سے جُدا کر دیتی ہے اور بدبخت بلعم کو چونکہ اِس فلاسفی کی خبر نہ تھی کہ گو خدا تعالیٰ کسی سے مکالمہ کرے اور اسکو اپنا پیارا اور برگزیدہ ٹھہرا دے مگر وہ جو فضل کے پانی میں اس سے بڑھ کر ہے۔جب اس شخص سے اس کا مقابلہ ہوگا۔تو بیشک یہ ہلاک ہو جائیگا۔اور اسوقت کوئی الہام کام نہیں دیگا اور نہ مستجاب الدعوات ہونا کچھ مدد دیگا۔اور یہ تو ایک بلعم تھا۔مگر میں جانتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اسی طرح ہزاروں بلعم ہلاک ہوئے جیسا کہ یہودیوں کے

راہب عیسائی دین کے مرنے کے بعد اکثر ایسے ہی تھے۔

چھٹے کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے۔ اور اسکے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور انکے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں۔ اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں انکے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتی۔ بلکہ نصرتِ دین اور تقویت ایمان کیلئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ اُن سے نہایت ۱۳
صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور اُنکی دُعا کا جواب دیتا ہے۔ اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے صفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحبِ الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور امام الزمان کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے ایک کلوخ انداز درپردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے۔ اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا۔ اور کہاں گیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ اُن سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی۔ بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا اُن سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اور امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے اور یہ قوت اور انکشاف اسلئے اُنکے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا اُنکے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہو سکیں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳۔ صفحہ ۴۸۳۔۴۷۸)

نوٹ از خاکسار چوہدری غلام احمد

بفضل تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد ایوب احمدیت میں مندرجہ بالا چھ قوتیں احسن طور پر پائی جاتی تھیں۔

☆ آپ نے نبی پاک ﷺ کی پاک سیرت پر عمل کر کے قضاء وقدر کو قبول کیا، نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا خصوصاً صبر و رضا و تسلیم پر عمل کرتے ہوئے حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت علیؓ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی مثل عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔

☆ الٰہی امور میں سب سے اول درجہ پر رہے۔

☆ علم ومعرفت، قرآنی اور روحانی علوم کے بیان میں سب پر سبقت رکھتے تھے۔ آپ نے موجودہ صدی میں درپیش مشکلات کا حل قرآن پاک سے ثابت کر کے قریباً ۳۵۰۰ صفحات پر مشتمل تفسیر رقم فرمائی ہے جس میں سے چند نمونے web پر شائع شدہ ہیں۔

☆ ماشاءاللہ آپ بہت اولوالعزم تھے۔ نہ تھکے نہ ماندے اور نہ آزمائشوں سے بے دل ہوئے اور نصرت الٰہی کے ہمیشہ امیدوار رہے۔

☆ ۱۹۶۷ء میں آپ نے اقبال علیٰ اللہ بھی کیا جسکے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ کی نظم بعنوان ''نصرت الٰہی'' سب کی سب الہام ہوئی۔ انشاءاللہ اب اس پیشگوئی کے ظہور کا وقت بفضل تعالیٰ قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

☆ آپ کو اعلیٰ درجہ کے رویا صادقہ، کشوف والہامات بکثرت ہوئے تھے جس میں سے کسی قدر جو آپ نے مجھے خطوط میں تحریر فرمائے یا زبانی بتائے، ویب پر شائع شدہ ہیں۔ مزید اس مضمون پر آپ کی سیرت کے بیان میں درج کر دیا گیا ہے۔
علاوہ ازیں خالد نومبر ۱۹۶۶ء میں آپ کے متعلق شائع شدہ بیان اور تاثرات بھی بطور شہادت درج ذیل ہیں۔ فالحمد للہ

''۔۔۔اور اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ محدود وسائل کے باوجود مجلس کو اِس بارے میں خاص کامیابی حاصل ہوئی ہے اور نوجوانوں میں اسلامی اخلاق اور اسلامی شعار کی طرف میلان بڑھ گیا ہے۔ کئی نئی جبینیں لذّتِ سجدہ سے آشنا ہوئی ہیں۔ اور اب اُن پر داغِ سجود مثالِ ماہ چمکتا ہے۔ کئی نئے چہرے ایسے ہیں جو شعارِ اسلامی کے حُسن کے امین بن چکے ہیں۔ اور ان کی باتیں ہوا میں بے اثر ہو کر منتشر ہونے کی بجائے اب اغیار کے دلوں میں اُتر جاتی ہیں۔ کئی نوجوان جدید تہذیب کے بے راہ روی کے خوفناک گرداب سے نکل کر اسلامی تمدّن کے محفوظ سفینے میں آ بیٹھے ہیں اور مخالف لہروں کا مُنہ موڑ رہے ہیں۔ بعض نئی آنکھیں اب یادِ خدا سے نم ہو جاتی ہیں۔ کئی نئے دلوں کی دھڑکنوں میں انسانیت کے محسنِ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ایک نئی قسم کا ارتعاش پیدا ہو چکا ہے۔ کئی نئے دماغ اب اسلام اور احمدیت کے درد کے گہرے احساس میں ڈوب کر سوچنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ خدمتِ خلق اور سماجی فلاح وبہبود کے کاموں میں بے لوث انہماک کی رُوح کئی نئے قالبوں میں جاگزیں ہوئی ہے۔ اس قسم کے اور بہت سے انقلابات ہیں جو بعض نئے نوجوانوں میں برپا ہوئے

ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو اعداد و شمار میں ظاہر نہیں ہوسکتیں۔ جن کے گراف اِس مادی دنیا میں نہیں بن سکتے۔لیکن دیکھنے والی آنکھیں، محسوس کرنے والے دل اور سوچنے والے دماغ ان اثرات سے متاثر ہونے بغیر نہیں رہ سکتے۔'' (خالد صفحہ ۴۵، نومبر ۱۹۶۶ء)

''آپ نے اپنے زمانہء صدارت میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے اِس ارشاد کہ ''میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اُسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے، ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرلے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو' کے مدّ نظر احمدی نوجوانوں کے دل میں خدا اور اُس کے رسول ؐ کی محبت کی چنگاری جلانے کی کوشش کی اور اپنی تقاریر اور گفتگو اور خطوط اور تحریرات کے ذریعہ نوجوانوں کے سینہ میں خدا سے لو لگانے اور اس کے پاک رسول ؐ کے عشق کا جذبہ پیدا کرنے کی جدّ وجہد فرمائی۔'' (خالد صفحہ ۳۱، نومبر ۱۹۶۶ء)

-------------------تمت-------------------